فقہ اسلامی میں رشوت کی حقیقت

مولانا ڈاکٹر عبد الواحد جامعہ مدنیہ لاہور

رشوت کے لغوی معنی

لغت میں رشوت مزدوری و اجرت کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے کہ رشوت (راء کی تینوں حرکتوں کے ساتھ) جُعل یعنی عمل پر اجرت کو کہتے ہیں۔ رَشَاہُ کا معنی اس نے اس کو رشوت دی۔ اِرْتَشیٰ کا معنی اس نے رشوت لی اور اِستَرْشیٰ کا معنی اس نے رشوت طلب کی ہے۔

مصباح میں ہے کہ یہ باب قَتَلَ سے ہے۔ کہتے ہیں رشوتہ رشوا (میں نے اس کو رشوت دی) فارتشیٰ أی اخذ (یعنی اس نے لے لی)۔ اس کی اصل رشا الفرخ ہے جو اس وقت بولتے ہیں جبکہ پرندہ کا بچہ اپنی ماں کی طرف گردن پھیلاتا ہے تاکہ وہ اس کو چوگا دے رشوۃ کی جمع رشا ہے اور یہ بھی راء کے فتحہ (زبر) اور ضمہ (پیش) دونوں کے ساتھ آتا ہے۔[1]

رشوت کے اصطلاحی معنی

مصباح میں ہے الرشوۃ بالکسر ما یعطیہ الشخص الحاکم وغیرہ لیحکم لہ او یحملہ علی ما یرید

(راء کے کسرہ کے ساتھ رشوت اس چیز کو کہتے ہیں جو کوئی شخص کسی حاکم وغیرہ کو اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے یا اپنی مراد پر آمادہ کرنے کے لیے دے)[2]

---

[1] رسائل ابن نجیم مصری ص ۱۱۱۔

[2] رسائل ابن نجیم ص ۱۱۱۔

نہایہ میں ہے کہ رشوت مال دے کر اپنا مطلوب حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کی اصل رشا یعنی ڈول کی رسی ہے جس کے ذریعے سے آدمی پانی تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا راشی وہ شخص ہے جو اس شخص کو کچھ دیتا ہے جو باطل پر اس کی اعانت کرتا ہے اور مرتشی لینے والا ہے اور رائش وہ شخص ہے جو ان دونوں کے مابین سعی و کاوش کرتا ہے کہ اس کے لیے کچھ بڑھواتا ہے اور اس کے لیے کچھ کم کرواتا ہے۔ اپنے حق کو حاصل کرنے کے لیے یا اپنے سے ظلم و زیادتی کو دفع کرنے کے لیے کچھ دینا تو وہ رشوت کی تعریف ہی میں داخل نہیں۔ منقول ہے کہ حبشہ کی سرزمین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کسی معاملے میں (ناجائز) پکڑ لیا گیا تو انہوں نے دو دینار دے کر جان چھڑائی اور ائمہ تابعین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ آدمی کو اپنی جان و مال پر جب ظلم کا خوف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ کچھ دے کر خلاصی کرا لے۔ [۱]

رشوت کا حکم

کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع کی رو سے یہ حرام ہے کتاب اللہ میں درج ذیل آیات ہیں۔

۱۔ لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔

نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق)

قاضی کا قول ہے کہ الباطل وہ شی ہے جس کو شریعت نے مباح قرار نہیں کیا مثلاً سود جوا اور غصب نیز فرمان باری تعالیٰ ہے۔

ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔

(اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے)۔

مناسبات میں بقاعی کا قول ہے کہ وتدلوا بھا یعنی چپکے سے حکام تک مت پہنچو رشوت لے کر جو بصیرتوں اور عقلوں کو اندھا کر دیتی ہے یہ ادلاء سے ہے اور حلوانی کا قول ہے کہ

---

[۱] نہایہ ابن الشیرج ۲ ص ۲۲۶)

پانی حاصل کرنے کے لیے چپکے سے کنویں میں ڈول ڈالنے کو کہتے ہیں گویا کہ راشی حاکم کی طرف خفیہ طور پر رشوت کا ڈول ڈالتا ہے تاکہ اس کے ظلم کو نکالے اور یوں مال حاصل کرے[1]

۲۔ سماعون للکذب اکالون للسحت۔

(جاسوسی کرنے والے جھوٹ بولنے کے لیے اور بڑے حرام کھانے والے)

ایک قول ہے کہ سحت کی اصل (معنی کے اعتبار سے) استیصال ہے۔ اسحت اسحاتا کہا جاتا ہے جبکہ وہ اس کا استیصال کرے اور اس کو لے جائے یعنی ختم کر دے۔ قول باری تعالیٰ ہے۔ فیسحتکو بعذاب اور عذاب کے ساتھ تمہارا استیصال کر دے۔ نیز جب کوئی اپنے مال کو برباد کر دے اور ضائع کر دے تو کہتے ہیں اسحت مالہ۔

حرام کو سحت کہنے کی وجہ۔

۱۔ زجاج کے نزدیک اس لیے کہ یہ اپنے پیچھے استیصال و تباہی کا عذاب لاتا ہے۔

۲۔ جبائی کا قول ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حرام مال میں برکت نہیں ہوتی اور وہ اکثر سرے سے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ خلیل کہتے ہیں کہ اس لیے کہ حرام کی کمائی کے طریقے میں عار ہوتا ہے اور وہ انسان کی مروت کا استیصال کر دیتا ہے۔

مشہور قول کے مطابق جو کہ ابن عباس اور حسن بصری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اس مقام پر سحت سے مراد حکم و فیصلہ میں رشوت ہے عبد بن حمید وغیرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر گوشت جو سحت سے پرورش پائے تو جہنم کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ سحت کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا فیصلے میں رشوت۔

عبدالرزاق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہدایا الامراء سحت امیروں یعنی حاکموں کے ہدیے سحت ہیں۔

---

[1] رسائل ابن نجیم، ص ۱۱۱

ابن منذر نقل کرتے ہیں کہ مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا فیصلے میں رشوت سحت میں سے ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں وہ تو کفر ہے۔ سحت تو یہ ہے کہ ایک شخص کی حاکم کے پاس جاہ و منزلت ہو اور کسی دوسرے شخص کو حاکم سے کوئی ضرورت ہو اور پہلا شخص دوسرے کی حاجت کو پورا نہ کرے جبتک وہ اس کو کوئی ہدیہ نہ دے۔

عبد بن حمید نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے سحت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا یہ رشوتیں ہیں۔ پوچھا گیا کہ فیصلے میں؟ فرمایا وہ تو کفر ہے۔

بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا مضمون نقل کیا ہے۔

ابن مردویہ اور دیلمی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سحت کی چھ اقسام ہیں امام (حاکم) کی رشوت —— اور یہ سب میں خبیث ترین ہے —— کتے کی قیمت جفتی کے لیے نر دینے پر اجرت، زنا کی اجرت، پچھنے لگانے والے کی کمائی اور کاہن کی کمائی۔

ابن منصور اور بیہقی کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کچھ اور اشیاء بھی منقول ہیں۔

کہا گیا ہے کہ جس نے صرف رشوت کے ذکر پر اقتصار کیا ہے تو اس نے ایسا رشوت کے معاملے کے سنگین تر ہونے کی بنا پر کیا ہے ابن مردویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایسے والی ہوں گے جو شراب کو نبیذ کہہ کر اور بغیر ارادہ خریداری کے بولی بڑھانے کو صدقہ کہہ کر اور سحت کو ہدیہ کہہ کر اور قتل کو نصیحت کہہ کر حلال سمجھیں گے۔ بے گناہ کو قتل کریں گے تاکہ عوام کو قابو میں رکھیں ان کو ڈھیل دی جائے گی اور وہ گناہوں میں بڑھیں گے [۱]

---

[۱] روح المعانی، ج ۴: ص ۱۴۰

ابراہیم، حسن، مجاہد، قتادہ اور ضحاک کا قول ہے کہ سحت رشوت ہے۔

منصور، حکم اور ابو وائل کے واسطے سے مسروق سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ قاضی جب ہدیہ لیتا ہے تو وہ سحت کھاتا ہے اور جب وہ رشوت لیتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے کفر کو پہنچ جاتا ہے۔

اعمش خیثمہ کے واسطے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ سحت کے دو دروازے ہیں جن سے لوگ کھاتے ہیں رشوت اور زانیہ کی کمائی [1]

سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

رشوت کی حرمت پر بہت سی احادیث میں جن میں سے کچھ مذکورہ ہوئیں اور چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لعنۃ اللہ علی الراشی والمرتشی۔

(رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے)

۲۔ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لعن اللہ الراشی والمرتشی فی الحکم۔

(حکم و فیصلے میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے)

۳۔ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لعن اللہ الراشی والمرتشی والرائش الذی یمشی بینہما۔

رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے اور ان دونوں کے درمیان کوشش کرنے والے پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے [2]

رشوت کی اقسام

فتاویٰ قاضی خان کی کتاب القضاء میں ہے کہ رشوت کی چار صورتیں ہیں۔

۱۔ وہ جو دونوں جانب سے حرام ہیں۔ یہ دو صورتیں ہیں۔

---

[1] احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۴۳۲۔

[2] رسائل ابن نجیم۔

۱۔ ایک وہ صورت جبکہ عہدہ قضاء رشوت دے کر حاصل کیا ہو کیونکہ اس طرح وہ قاضی بنتا ہی نہیں اور رشوت قاضی پر اور لینے والے پر حرام ہے۔

ب۔ دوسرے جبکہ قاضی کو رشوت دی ہو کہ تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے۔ یہ رشوت بھی دونوں پر حرام ہے خواہ قاضی کا فیصلہ حق ہو یا ناحق ۲۔ اپنی جان یا اپنے مال پر (نقصان یا ضائع کیے جانے کے) خوف کی وجہ سے رشوت دی ہو۔ یہ لینے والے پر حرام ہے دینے والے پر نہیں۔ یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ لینے والے کو اس کے مال میں طمع ہو اور وہ اس کو کچھ مال بطور رشوت دے دے۔

۳۔ رشوت دی تاکہ سلطان کے پاس اس کے معاملے کو درست کر دے تو دینا جائز لیکن لینے والے کے لیے لینا جائز نہیں۔

اگر خیال ہو کہ لینے والے کے لیے لینا جائز ہو جائے تو اس کی صورت یہ اختیار کی جا سکتی ہے کہ لینے والے کو ایک دن کے لیے رات تک اجرت پر رکھ لے یعنی اپنا اجیر بنا لے اتنی اجرت پر جو وہ دینا چاہتا ہے کیونکہ یہ اجارہ صحیح ہے۔ پھر مستاجر کو اختیار ہو گا چاہے تو اس سے وہی کام لے چاہے کوئی اور کام لے۔

یہ اس صورت میں ہے جب کہ سلطان کے پاس اس کا معاملہ درست کرنے کے لیے پہلے رشوت دی ہو۔

اور اگر رشوت کا ذکر کیے بغیر وہ اس معاملہ کی درستی طلب کرے اور اس کے معاملہ درست کرنے کے بعد اس کو کچھ دے تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ لینا جائز نہیں اور بعض کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ احسان کا بدلہ دینا منقول ہے۔

فتح القدیر میں ابن ہمام رحمہ اللہ نے بھی اس طرح چار قسمیں شمار کرائی ہیں اور ساتھ میں ان کی وجہ حرمت میں بیان کی۔

۱۔ جو لینے والے اور دینے والے دونوں پر حرام ہے۔ یہ قضا و امارت کے عہدہ کے لیے رشوت ہے۔ اس سے وہ قاضی ہی نہیں بنتا۔

۲۔ قاضی کا فیصلہ کرنے کے لیے رشوت لینا۔ یہ بھی جانبین سے حرام ہے اگرچہ فیصلہ حق کے مطابق

ہی ہو کیونکہ یہ فیصلہ کرنا تو قاضی پر واجب تھا۔

۳۔ نقصان کو دور کرنے یا نفع حاصل کرنے کے لیے سلطان کے پاس کسی کے معاملہ کو درست کرنے کے لیے مال لیا تو یہ لینے والے پر حرام ہے دینے والے پر نہیں۔ لینے والے کے لیے اس کی حلت کی صورت یہ ہے کہ دینے والا اس کو ایک یا دو دن کے لیے اپنا اجیر بنالے اس طرح اس کے منافع دینے والے کی ملک ہو جائیں گے پھر وہ اس کو اپنے کام کے لیے سلطان کے پاس جانے کیلئے استعمال کر سکتا ہے۔

۴۔ جس شخص سے اپنی جان اور اپنے مال پر خوف ہو اس کو کچھ دینا یہ دینے والے کے لیے حلال اور لینے والے پر حرام ہے۔ کیونکہ مسلمان سے ضرر و نقصان کو دور کرنا واجب ہے اور جو عمل اپنے اوپر واجب ہو اس پر مال لینا جائز نہیں۔

مرتشی مال رشوت کا مالک نہیں بنتا اور اس پر اس مال کا واپس کرنا واجب ہے

قنیہ میں ہے کہ رشوت کو واپس کرنا واجب ہے اور لینے سے یہ ملکیت میں نہیں آتی[۱]

قنیہ میں ہے کہ دو باہمی عشق کرنے والے جو (ایک دوسرے کو) مال دیتے ہیں وہ رشوت ہے اس کو لوٹانا واجب ہے اور وہ ملکیت میں نہیں آتا الخ اس کلام سے پتہ چلتا ہے کہ لینے والا مالِ رشوت کا مالک نہیں بنتا۔ اس کی تصریح قنیہ کے باب الہبہ میں ہے کہا کہ سیر کبیر میں ہے کہ رشوت ملکیت میں نہیں آتی۔ پھر ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر اپنا قرض معاف کر دیا تاکہ وہ سلطان کے پاس اس کا معاملہ درست کرا دے تو وہ قرض سے سبکدوش نہیں ہو گا اور یہ رشوت ہو گی[۲]

قنیہ میں ہے قاضی وغیرہ کو کسی معاملہ کی اصلاح کے لیے رشوت دی گئی پھر اس کو لینے پر ندامت ہوئی تو جو لیا ہے اس کو واپس لوٹا دے الخ اس کلام کا ظاہر مضمون یہ ہے کہ رشوت سے توبہ

---

[۱] شامی: ص ۳۴۸ ج ۴۔

[۲] بحر الرائق ص ۲۶۲ ج ۶۔

مال کو اس کے مالک کی طرف واپس لوٹانے سے ہوتی ہے اگرچہ اس نے اس کا کام پورا بھی کر دیا ہو۔

خلاصہ میں ہے کہ قاضی نے رشوت لے کر فیصلہ دیا یا فیصلہ دے کر رشوت لی اور مال رشوت اس کے بیٹے نے یا ایسے شخص نے لیا جس کی شہادت قاضی کے حق میں قبول نہیں کی جاتی تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ اگر وہ توبہ کرے اور جو مال رشوت لیا ہے وہ واپس لوٹا دے تو پھر اس کا فیصلہ بحال رہے گا[1]

رشوت دے کر عہدہ قضا حاصل کرنا جب رشوت دیکر عہد قضا حاصل کرے تو وہ قاضی ہی نہیں بنتا۔ کنز الدقائق میں ایسا ہی لکھا ہے اور بحر میں اس قول کو صحیح کہا ہے۔

بحر میں ہے کہ رشوت دے کر عہدہ قضا حاصل کرنے والا اگر کوئی فیصلہ کرے تو وہ نافذ نہ ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ حاکم اگر عہدہ قضا دے خود رشوت لے کر یا اس کی قوم (عزیز و اقارب) لے اور یہ اس کے علم میں ہو تو ایسی تقرری جائز نہیں جیسا کہ رشوت لے کر فیصلے کرنا جائز نہیں جامع الفصولین میں ایسے ہی مذکور ہے۔ پھر دوسرے کے لیے رمز کیا کہ جس نے عہدہ قضاء رشوت یا سفارش کے ذریعے سے حاصل کیا تو وہ قاعدے کے مطابق مقرر قاضی کی مانند ہے کہ اس کا فیصلہ اگر کسی دوسرے قاضی کے پاس لے جایا جائے تو اگر وہ اس کی رائے کے موافق ہو تو اس کو نافذ کر دے ورنہ اس کو باطل قرار دے الخ

خلاصہ میں بھی اس کے مثل ہے کہ فتویٰ اس کے فیصلے کے عدم نفاذ پر ہے جبکہ اس نے عہدہ قضاء رشوت دے کر حاصل کیا ہو۔ مطلق ذکر کرنے کی وجہ سے یہ اس کو شامل ہے کہ سلطان کی جانب سے قاضی کی تقرری کے لیے رشوت دینے والا خود قاضی ہو یا کوئی دوسرا ہو جیسا کہ بزازیہ میں مذکور ہے[2]

---

[1] رسائل ابن نجیم ص ۱۱۳۔

[2] بحر ج ۶ ص ۲۶۱۔

وہ شخص جس نے عہدہ قضاء شفارش کے ذریعے سے حاصل کیا ہو مثل اس شخص کے ہے جس کی تقرری قاعدے کے مطابق ہوئی ہو اس بات میں کہ اس کا فیصلہ نافذ ہوگا اگرچہ سفارش کے ذریعے سے عہدہ طلب کرنا حلال نہیں۔ ؎۱

عہدہ قضاء پر صحیح تقرری کے بعد رشوت لینا

عہدے پر تقرری کے صحیح ہونے کے بعد اگر قاضی رشوت لے خواہ پہلے رشوت لے پھر فیصلہ کرے یا پہلے فیصلہ کرے پھر رشوت لے تو اس بارے میں فصول عمادیہ میں تین قول نقل کئے گیے ہیں۔

۱۔ جس مقدمہ میں قاضی نے رشوت لی ہے اس میں فیصلہ نافذ نہیں ہوگا دیگر مقدمات میں اس کے فیصلے نافذ ہوں گے۔ یہ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کا اختیار کردہ ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ جس واقعہ میں اس نے رشوت لی ہے اس میں اس کی قضاء نافذ نہ ہوگی خواہ اس کا فیصلہ حق ہو یا باطل حق کی صورت میں تو اس لیے کہ وہ اس پر واجب تھا اور واجب پر مال کا لینا جائز نہیں۔ اور باطل کی صورت میں تو ظاہر ہی ہے۔ ؎۲

۲۔ کسی مقدمہ میں بھی نافذ نہ ہوگا۔

۳۔ دونوں قسم کے مقدمات میں نافذ ہوگا۔ اس کو بزدوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا۔

صاحب فتح القدیر نے اس قول کو اپنے ان الفاظ کے ساتھ ترجیح دی کہ "یہ قول حسن ہے کیونکہ جس مقدمہ میں اسکے حق فیصلہ دیا اس میں رشوت لینے کا حاصل یہ ہے کہ وہ اس کے فاسق ہونے کو واجب کرتا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ فسق موجب عزل (معزولی) نہیں ہے۔ اس کی ولایت اور عہدہ قائم ہے اور اس کا فیصلہ برحق ہے پس کیوں نافذ نہ ہوگا درخاص یہ فسق تو غیر مؤثر ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو اس کی توجیہ کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جب اس نے رشوت لی تو اس نے معاملہ خود اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے کیا۔

؎۱ فتح القدیر ج ۷، ص ۲۵۵۔

؎۲ ایضاً ج ۷، ص ۲۵۴۔

لیکن ابن نجیم رحمہ اللہ نے بحر میں فتح القدیر پر اعتراض کیا کہ یہ ان کی مراد نہیں ہے بلکہ ان کی مراد تو محض یہ ہے کہ معنی کے اعتبار سے اس نے اپنے لیے فیصلہ کیا اور اپنے لیے فیصلہ باطل ہوتا ہے اور یہ قول احسن ہے۔ نیز معلوم ہو گیا کہ خاص یہ فسق بھی عدم نفاذ میں مؤثر ہے (بحر ج ۶ ص ۲۶۱ صاحب نہر نے بھی بحر کا اتباع کیا ہے لے

اس (ردو قدح) سے ظاہر ہوا کہ ترجیح اس قول کو حاصل ہے جس کو سرخسی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ ؎۲

سراج وہاج میں ینابیع کے حوالے سے ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر قاضی لوگوں کے مابین ایک مدت تک فیصلے کرتا رہا پھر معلوم ہوا کہ وہ مرتشی (رشوت لینے والا) ہے تو وہ قاضی جس کے پاس اب لوگ مقدمہ لے کر گئے ہیں اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ مرتشی قاضی کے تمام فیصلوں کو باطل قرار دے ؎۳

خانیہ میں ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جس مقدمہ میں قاضی نے رشوت لی ہو اس میں اس کا فیصلہ نافذ نہ ہو گا الخ علامہ شامی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اجماع کی حکایت اس قول سے ٹوٹ جاتی ہے جس کو بزدوی نے اختیار کیا اور جس کو صاحب فتح القدیر نے حسن کہا۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس زمانے میں ضرورت کی بناء پر اعتماد بزدوی رحمہ اللہ کے قول پر ہو ورنہ تو اب واقع ہونے والے تمام فیصلجات باطل ہو جائیں گے کیونکہ کوئی بھی فیصلہ اس سے خالی نہیں ہوتا کہ فیصلہ سے پیشتر یا اس کے بعد قاضی محصول کے نام سے رشوت نہ لیتا ہو۔ اور اس طرح تمام فیصلے معطل ہو کر رہ جائیں گے۔

حامدیہ میں جواہر الفتاویٰ سے منقول ہے کہ ہمارے شیخ و امام جمال الدین بزدوی نے فرمایا کہ میں اس مسئلے میں متحیر ہوں۔ نہ تو یہ بات کہنے کی قدرت رکھتا ہوں کہ ان کے احکام و فیصلے نافذ ہوں

لے شامی: ج ۴: ص ۳۳۸۔

؎۲ ایضاً۔

؎۳ بحر ج ۷: ص ۲۶۱

گے کیونکہ میں قضاء میں تخلیط، جہل اور جرات دیکھتا ہوں اور نہ ہی یہ کہنے کی قدرت رکھتا ہوں کہ نافذ نہ ہوں گے کیونکہ ہمارے زمانے کے لوگ ایسے ہی ہیں۔ پس اگر میں فیصلوں کے باطل ہونے کا فتویٰ دوں تو اس سے تمام فیصلے باطل ہو جائیں گے۔ اللہ ہمارے اور ہمارے زمانے کے قضاۃ کے درمیان فیصلہ فرمائیں کہ انہوں نے ہم پر ہمارے دین اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو فاسد کر دیا۔ ان میں سوائے رسم ورسم کے کچھ باقی نہ بچا الخ یہ تو اس زمانے کے قضا کا حال ہے تو تمہارا ہمارے زمانے کے قضاۃ کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنے پیشروؤں پر بڑھ گئے ہیں کہ محصول کے نام سے جو کچھ لیتے ہیں اس کے حلال ہونے کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں اپنے زعم فاسد کی بنا پر کہ سلطان نے ان کو اس کی اجازت دی ہے۔

رشوت سے متعلق چند مسائل

(۱) قاضی کا خود رشوت لینا یا اس کے بیٹے یا ایسے شخص کا جس کی شہادت اس کے حق میں مقبول نہیں رشوت لینا برابر ہے [۱]

۲- بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی کا وکیل یا اس کا کاتب یا اس کا اور کوئی مددگار رشوت لے تو اگر قاضی کے حکم اور رضامندی سے لے تو یہ ایسا ہی جیسے کہ اس نے خود رشوت وصول کی ہو اور اگر اس کے علم کے بغیر ہو تو اس کی قضا نافذ ہو گی اور مرتشی پر واجب ہو گا کہ جو کچھ اس نے وصول کیا ہے وہ واپس لوٹا دے خواہ فیصلہ کے بعد رشوت لی ہو یا رشوت لے کر فیصلہ کیا ہو یا اس کے بیٹے نے رشوت لی ہو یا کسی ایسے شخص نے جس کی شہادت قاضی کے حق میں مقبول نہیں کیونکہ جب اس نے یا اس کے بیٹے نے مال لیا تو وہ اپنے لیے یا اپنے بیٹے کے لیے عامل بنا۔

۳- مقرر شدہ قاضی نے رشوت لی پھر (جس فریق سے رشوت لی) اس کو شافعی مذہب والے قاضی کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ فیصلہ دے تو یہ درست نہیں کیونکہ اس میں وہ خود اپنے لیے عمل کرنے والا بنا۔ اور اگر وہ شافعی مذہب والے قاضی کو لکھ کر بھیجے کہ وہ مقدمہ سنے اور کتابت پر اس کی مثل اجرت لے تو فیصلہ نافذ ہو گا کیونکہ یہ رشوت نہیں۔ الخ۔

---

[۱] فتح القدیر، ج ۷، ص ۲۵۵۔

۴۔ خانیہ کی کتاب الوصایا میں ہے کہ فقہاء کا قول ہے کہ کسی شخص نے اپنی جان ومال سے ظلم دفع کرنے کے لیے مال دیا تو یہ اس کے حق میں رشوت نہ ہوگی۔ اور اگر اپنا حق جو کسی دوسرے پہ ہو اس کو چھڑانے کے لیے مال دیا تو یہ رشوت ہوگی (مثلاً اس صورت میں جبکہ بغیر دیئے وہ حاکم یا عدالت کی مدد سے اپنا حق وصول کر سکتا ہو)

۵۔ قنیہ میں ہے کہ دو عشق کرنے والے باہم جو لین دین کریں وہ رشوت ہے۔

۶۔ ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ ہے۔ وہ اس کو یہ قرض اس لیے معاف کرتا ہے کہ وہ سلطان کے پاس اس کے کسی شدید معاملے کو درست کرادے تو وہ قرض معاف نہ ہوگا اور یہ رشوت ہوگی۔ اور اگر شوہر اپنی بیوی کے پاس لیٹنے سے انکار کر دے اور کہے کہ تو پہلے مجھے مہر معاف کر دے پھر میں تیرے ساتھ لیٹوں گا اور وہ معاف کر دے تو کہا گیا ہے کہ مہر معاف ہو جائے گا کیونکہ یہ معاف کرنا محبت کے لیے ہے جو جماع کا داعی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تہادوا تحابوا (آپس میں ہدیے دو اس سے آپس میں محبت کرو گے) بخلاف پہلی صورت میں قرض معاف کرنے کے کیونکہ وہ شدید معاملہ کو درست کرنے پر کیا گیا ہے اور معاملے کو درست کرنا اس پر دیانۃً واجب تھا اور امر واجب پہ مال دیا جائے یہی رشوت کی تعریف ہے۔

۷۔ معراج کی کتاب الصلح میں ہے کہ اس رشوت میں سے جو لینے والے پر حرام ہو دینے والے پر نہ ہو وہ مال ہے جو شاعر (ہجو یا مذمت نہ کرنے کے وعدے پر) لیتا ہو۔

۸۔ بزازیہ کے باب المہر میں ہے کہ بھائی نے بہن کا نکاح کرنے سے انکار کیا جب تک کہ اس کو اتنی رقم نہ دی جائے۔ اس (کے ہونے والے بہنوئی) نے وہ رقم دے دی۔ اس کے بہنوئی کو وہ رقم خواہ وہ موجود ہو یا ختم ہو چکی ہو واپس لینے کا حق ہے کیونکہ وہ رشوت تھی۔ اسی پر قیاس کر کے کہا جاتا ہے کہ ایسے ہی مسئلے میں اگر اس کو اس کی حالت سے معلوم ہو کہ اگر اس کو کوئی ہدیہ نہ دے گا تو وہ اپنی بہن کا نکاح اس سے نہ کرے گا تو وہ ہدیہ میں رجوع کر سکتا ہے (یعنی واپس مانگ سکتا ہے) ورنہ نہیں۔

۹۔ رشوت حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی غیر کی معتدہ پر مال خرچ کیا کہ اس سے نکاح کر لے گا۔ اس عورت نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر اس نے رجوع (واپس

لینے) کرنے کی شرط لگائی تھی تو وہ مال واپس لینے کا حق رکھتا ہے خواہ اس سے نکاح کیا ہو یا نہیں اور اگر رجوع کی شرط نہیں لگائی تھی تو واپس نہیں لے سکتا۔

ہاں اگر کسی دوسرے کی معتدہ پر اس طمع سے خرچ کرے کہ پھر اس سے نکاح کر لے گا تو اس صورت میں رجوع اور عدم رجوع کی تصحیح میں اختلاف ہے۔

۱۰۔ اگر قاضی نے کوئی دستاویز لکھی یا مال و جائیداد کی تقسیم کا متولی بنا اور اس پر اجرت تعلیت لی تو یہ جائز ہے (کیونکہ یہ امور اس کے فرائض منصبی میں سے نہیں ہوتے تھے)۔ اور اگر قاضی نابالغ لڑکی کے نکاح کا متولی ہوا تو اس پر اس کو کچھ لینا حلال نہیں کیونکہ یہ اس پر واجب ہے اور جو امر بھی اس پر واجب ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں اور جو اس پر واجب نہیں اس پر اُجرت لینا اس کو جائز ہے۔

بقالی نے ذکر کیا کہ قاضی اگر یہ کہے کہ اگر میں باکرہ کا نکاح کروں تو اس پر ایک دینار اور اگر بیوہ یا مطلقہ کا نکاح کروں تو اس پر نصف دینار لوں گا۔ تو اگر اس عورت کا کوئی اور ولی نہ ہو تو پھر قاضی کے لیے یہ لینا حلال نہیں اور اگر اس کا کوئی اور ولی ہو تو پھر لے سکتا ہے اس وجہ کی بنار پر جو مذکور ہوئی [1]

۱۱۔ اگر یتیم کا مال بیچا تو اس پر کچھ نہیں لے سکتا ہے اگر کچھ مال لے کر بیع کی اجازت دی تو یہ بیع نافذ نہ ہوگی [2]

۱۲۔ قنیہ کی کتاب الکراہتہ میں ہے کہ ظالم لوگ چراگاہ میں ایندھن کی لکڑی چننے سے روکتے ہیں تاآنکہ ان کو کچھ مال نہ دیا جائے تو یہ دینا اور لینا حرام ہے کیونکہ یہ رشوت ہے۔

۱۳۔ سوال: کرایہ دار جو کہ مکان یا دکان میں آباد ہے وہ کسی دوسرے شخص سے پگڑی کا روپیہ لے کر اپنی جگہ پر دوسرے شخص کو آباد کر دیتا ہے یا مالک جائیداد سے پگڑی کا روپیہ لے کر جگہ خالی کرتا ہے یہ پگڑی لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: پگڑی کا روپیہ خواہ دوسرے کرایہ دار سے خواہ مالک جائیداد سے لیا جائے ناجائز ہے مالک جائیداد کو تو اپنی جائیداد واپس لینے کا حق ہے اور کرایہ دار کو یہ جائز نہیں کہ وہ جائیداد دوسرے کرایہ دار کو دے اور اس پر پگڑی کی رقم بطور رشوت کے وصول کرے۔ (الکفایت المفتی)

---

[1] رسائل ابن نجیم ص ۱۱۴ [2] ایضاً ۱۱۵

۱۴- ایک شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اور ان میں سے ایک اپنی باری اپنی سوکن کو دے دے تو یہ جائز ہے - ابن ہمام رحمۃ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس کے لیے شوہر نے رشوت نہ دی ہو یعنی اس طرح کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے شوہر نے مہر میں اضافہ کر دیا ہو ---- اس صورت میں عورت کے لیے مال (یعنی مہر میں اضافہ) حلال نہ ہوگا اور شوہر اس کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے سلہ

۱۵- درمختار کی کتاب الحج میں ہے -

مع امن الطريق بغلبة السلامة ولو بالرشوة على ما حققه الكمال ويجئ آخر الكتاب ان قتل بعض الحجاج عذر وهل ما يوخذ من المكس والخفارة عذر قولان والمعتمد لا كما في القنية والمجتبى

(رستے کا امن بھی ہو غلبہ سلامتی کے ساتھ اگرچہ رشوت کے ہی ذریعے ہو جیسا کہ کمال ابن ہمام نے تحقیق کی ہے اور کتاب کے آخر میں آئے گا کہ بعض حجاج کا قتل عذر ہے۔ اور آیا جو مکس یا خفارہ (ٹیکس جو پناہ دینے والے لیتے ہیں) لیا جاتا ہے یہ عذر ہے تو اس بارے میں دو قول ہیں البتہ قابل اعتماد قول یہ ہے کہ یہ عذر نہیں جیسا کہ قنیہ اور مجتبیٰ میں ہے -

علامہ شامی رحمہ اللہ اس پر ردمحتار میں فرماتے ہیں کہ ابن ہمام نے اس کے بارے میں تحقیق یوں کی ہے کہ صفار کا قول کہ میں عرصہ بیس سال سے جب سے کہ قرامطہ ظاہر ہوئے ہیں حج کو فرض نہیں جانتا کیونکہ حج بغیر ان کو رشوت دیے نہیں ہو سکتا پس طاعت معصیت کا سبب بن جائے گی قابل غور و نظر ہے کیونکہ یہ قرامطہ کا طریقہ نہیں - ان کا طریقہ تو جان کے قتل کو حلال سمجھنا اور اموال چھین لینا ہے - یہ ایسی جگہوں پر غلبہ پا لیتے ہیں جہاں سے وہ حاجیوں پر گھات لگاتے ہیں اور ایک مرتبہ انہوں نے حجاج پر مکہ مکرمہ میں حملہ کیا اور حرم میں مخلوق کو قتل کیا - علامہ کرخی رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو قرامطہ کے خوف سے حج نہیں کرتا تو انہوں نے فرمایا کہ آفتوں سے محفوظ نہیں یعنی یہ کہ پانی کی قلت اور سموم کے ہیجان سے خالی نہیں - تو یہ ان کی جانب سے ایجاب یعنی حج کے واجب ہونے کا قول ہے - اور اس کا محمل

یہ ہے کہ ان کی رائے میں غالب حجاج سے ان کے شر کا اندفاع ہے۔ اور اس تقدیر پر اس جیسے میں گناہ لینے والے پر ہوگا جیساکہ کتاب القضاء میں مندرج رشوت کی تقسیم سے معلوم ہوا اس پر ابن کمال باشا نے ہدایہ پر اپنی شرح میں اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ کتاب القضاء میں جو مذکور ہے وہ ہر حالت سے متعلق نہیں ہے بلکہ صرف اس صورت سے متعلق ہے جبکہ دینے والا مجبور و مضطر ہو بایں طور کہ دینا اس کو اپنی جان و مال میں ضرورت کی بنا پر لازم ہو جائے۔ رہا جبکہ دینے والا خود اس کا التزام کرے تو وہ دینے سے گناہگار ہوگا اور زیر بحث مسئلہ اسی قبیل سے ہے۔ الخ اسی کو نہر فائق کے مصنف نے اختیار کیا ہے۔ سید ابو سعود نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اپنے اوپر سے ایک عائد فرض کو ساقط کرنے کے لیے وہ مضطر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جو قنیہ اور مجتبیٰ سے منقول ہے کیونکہ مکس اور خفارت بھی رشوت ہے۔ حموی نے بحر سے نقل کیا ہے کہ اس جیسے معاملے میں رشوت دینا جائز ہے۔ اور درمختار کی یہ عبارت کہ قابل اعتماد یہ قول ہے کہ یہ عذر نہیں تو شرح لباب میں منہاج سے منقول ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے[1]

رشوت اور تعزیر

کوئی شخص قاضی کو اس وجہ سے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ دے یا اسلیے کہ اس نے اسکے حق میں فیصلہ دیا ہے مال دے تو دینے والے نے فعل حرام کا ارتکاب کیا۔ اگر قاضی اس کو قبول نہ کرے اور دینے والے کی تعزیر کا ارادہ کرے تو اس کو اسکا اختیار ہے کیونکہ فقہاء کا قول ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی ایسی معصیت کا ارتکاب کرے جس میں کوئی مقرر حد نہیں ہے تو اس میں اس پر تعزیر واجب ہوگی۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا قاضی کو اپنے لیے تعزیر کرنے کا حق ہے اور آیا اس میں اس کا قول مقبول ہوگا۔ جواب ہے کہ ہاں کیوں کہ جامع الفصولین وغیرہ میں ہے کہ جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے اگر قاضی کو کہے کہ تم نے رشوت لی ہے تو قاضی کو اس کو تعزیر کرنے کا حق ہے۔

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۲۵۸ ج ۶ (باب القسم)

جب کہ رشوت کی کثرت ہو اس کو کم کرنے کی غرض سے اگر قاضی تعزیر کا یہ طریقہ اختیار کرے کہ (رشوت لینے دینے میں جو بھی جرائم کا مرتکب ہوا ہے) اس کے چہرہ پر سیاسی مل دے۔ سر مونڈ دے عمامہ اس کے گلے میں ڈال دے اور علاقے میں اس کا گشت کرائے تو اس میں قاضی کو ثواب ہو گا۔[له]

اقضیہ میں ہے کہ ہدایا (تحائف) کی تین قسمیں ہیں۔

۱ ہدیہ دینے والے اور لینے والے دونوں کی جانب سے حلال ہو۔ یہ باہمی محبت کے لیے ہدیہ دینا ہے۔

۲ دونوں جانب سے حرام ہو۔ یہ ہدیہ دینا ہے اس غرض سے کہ لینے والا دینے والے کی ظلم پر مدد کرے۔

۳ دینے والے کی جانب سے حلال اور لینے والے پر حرام۔ یہ ہدیہ دینا ہے اس غرض سے کہ لینے والا اس پر ظلم سے باز آجائے۔ اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ دینے والا لینے والے کو تین دن یا کم وبیش کے لیے ایسے کام کے لیے اجرت پر رکھ لے جس میں اجرت پر رکھنا جائز ہو مثلاً پیغام یا خط پہنچانا اور اس سے اپنا کام بھی لے لے۔ اور اگر مدت کا تعین نہ کیا تو جائز نہ ہو گا۔

یہ اس صورت میں ہے جب کہ ہدیے میں شرط لگائی ہو۔

اور اگر ہدیے میں شرط تو نہیں لگائی مگر یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ اس لیے ہدیہ دے رہا ہے تاکہ لینے والا سلطان کے پاس اس کی مدد کرے تو ہمارے مشائخ کا قول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اگر اس نے اس کی حاجت کو بغیر کسی شرط اور طمع کے پورا کیا پھر اس کے بعد اس نے اس کو کوئی ہدیہ دیا تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لینے کی کراہت منقول ہے تو وہ تورع پرہیزگاری پر محمول ہے۔ انتہی اور بزازیہ

له رسائل ابن نجیم ص ۱۱۵ تا ۱۱۷

میں بھی یہی تفصیل ہے۔

دلائل

۱۔ بخاری میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص ابن اللتبیہ نامی کو صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو کہا یہ آپ کے لیے ہے اور یہ میرے لیے ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر کیوں نہیں بیٹھ گیا اور دیکھتا کہ اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔

۲۔ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدیہ ہدیہ تھا اور اب ہدیہ رشوت ہے۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کسی کام پر لگایا تو وہ مال لے کر واپس آئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس یہ مال کہاں سے آیا انہوں نے جواب دیا کہ ہدایا جمع ہو گئے تھے۔ تو ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن تم کیوں اپنے گھر میں نہیں بیٹھ گئے اور دیکھتے کہ تمہیں ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے وہ مال لے کر بیت المال میں جمع کرا دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علت بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہدیہ کی حرمت کا سبب ولایت وعہدہ ہے۔ عنایہ میں ہے کہ اس بات سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ اس وصف کے ساتھ ہدیہ قبول کرنا رشوت ہے۔ عبد الرزاق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امراء (حکام) کے ہدایا حرام ورشوت ہیں۔

قاضی اگر کوئی ایسا مال لے جسے لینا اس کو جائز نہیں تو اس مال کے ساتھ کیا کیا جائے

واجب ہے کہ وہ مال اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے۔ اگر اس مال کو اس کے مالک پر لوٹانا دشوار ہو بوجہ مالک کی معرفت کے نہ ہونے کے یا اس کے مکان کے دور ہونے کے تو پھر مثل لقطہ کے اس کو بیت المال میں رکھ دیا جائے۔ جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔

اور بیت المال میں جمع کرانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو ہدیہ اس کے عمل کی بنا پر دیا گیا ہے۔ اور اس عمل میں وہ مسلمانوں کا نائب ہے لہٰذا معنیٰ کے اعتبار سے یہ ہدیے بھی مسلمانوں کے لیے ہوں گے [1]

خلاصہ میں ہے کہ اگر مہدی (ہدیہ دینے والے) کو لوٹانے سے ناگواری ہو تو اس ہدیے کو اپنے پاس رکھے اور اس کو اس کی قیمت دے دے کنز میں ہے۔

ویرد ھدیۃ الا من قریبہ او ممن جرت عادتہ بذلك۔

اس پر بحر میں فرمایا کہ کتاب (یعنی کنز) میں ہدیہ کا ذکر احترازی نہیں ہے کیونکہ جس شخص سے اس کے لیے ہدیہ قبول کرنا حرام ہے اس شخص سے قرض لینا یا کوئی شے عاریتاً لینا یہ بھی حرام ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے الخ میں کہتا ہوں کہ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس پر تمام تبرعات (احسان) حرام ہیں لہٰذا محابات (کم قیمت پر خرید وغیرہ) بھی حرام ہے۔ اور اسی لیے فقہاء کا قول ہے کہ صک (اقرار نامے) کی کتابت پر جتنی واقعی اجرت بنتی ہے اتنی وہ لے سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے زائد لینا اس کے لیے حلال نہیں کیونکہ یہ محابات میں شامل ہے۔ اسی بناء پر (حیلے کے طور پر) بعض قاضی جو ہدیہ کو بہت کم قیمت پر خرید لیتے ہیں یا صک (اقرار نامے) کی بیع بڑی قیمت پر کرتے ہیں یہ جائز نہیں۔ اسی طرح محصول (جیسے ماقبل میں ذکر ہوا رشوت کی ایک صورت) وصول کرتے ہیں بعض قاضی (حیلہ کے طور پر) دوات یا چھری وغیرہ بیچتے ہیں تو یہ جائز نہیں کیونکہ جب اس پر قرض لینا اور عاریت لینا حرام ہے تو یہ تو بطریق اولیٰ حرام ہے۔

در مختار میں ہے:

ویرد ھدیہ التنکیر للتقلیل ... الا من اربع سلطان [1]

اور ہدیہ کو لوٹا دے ہدیہ کو نکرہ تقلیل کیلئے لائے ہیں مگر چار اشخاص سے سلطان

والباشا اشباہ وبحر و قریبہ [2] المحرم او ممن جرت

اور پاشا اشباہ و بحر اور اسکا قریبی محرم یا وہ شخص جس

---

[1] عنایہ ج ۷ ص ۲۷۷

[1]، [2] اس کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

عادته[3] بذلك بقدر عادته ولا خصومة لهما ددیر د

ایسی عادت جاری ہو اسکی عادت کے بقدر اور انکا مقدمہ نہ ہو دربر اور لوٹا بدے

اجابة دعوة خاصة[4] وهي التي لا يتخذ صاحبها لو لا

قبول کرنا دعوت خاصہ کا اور یہ وہ دعوت ہے جو دعوت والا اگر

حضور القاضي ولو من محرم ومعتاد وقيل هي كالهدية

قاضی موجود نہ ہو تو منعقد نہ کرے اگرچہ محرم اور عادت والے کی جانب سے ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ مثل ہدیہ کے ہے

وفي السراج وشرح المجمع ولا يجيب دعوة خصم وغير معتاد ولو عامة للتهمة۔

اور سراج اور شرح مجمع میں ہے کہ فریق مقدمہ اور غیر عادت والے کی دعوت قبول نہ کرے اگرچہ دعوت عام ہو تہمت کی بنا پر۔

۱۔ اشباہ میں اس قول کی نسبت تہذیب قلانسی کی طرف کی ہے اور قلانسی کی عبارت یوں ہے ہدیہ کو قبول نہ کرے مگر ذی رحم محرم یا ایسے والی سے جس سے اپنا عہدہ حاصل کیا ہے یا ایسے والی سے جس کا عہدہ قاضیوں سے مقدم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے والی سے جس سے اس نے عہدہ قضاء حاصل کیا ہے اور ایسے والی سے جو اس سے مرتبہ میں بڑا ہے ہدیہ وصول کر سکتا ہے۔ یہ اس قاضی کو بھی شامل ہوگا جس سے اس نے عہدہ قضا حاصل کیا ہے اور بادشاہ کو بھی شامل ہوگا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت اس خوف سے ہے کہ ہدیہ کی بناء پر وہ ہدیہ دینے والے کی رعایت کرے گا۔ اور اگر یہ بادشاہ یا اس کے نائب کی رعایت کرے گا تو وہ ہدیے کی وجہ سے نہیں ہوگی [1]

۲۔ قریبی کا ہدیہ اس لیے قبول کرے گا کہ اس میں صلہ رحمی ہے اور رد کرنے میں قطع رحمی ہے جو حرام ہے۔ البتہ محرم کی قید لگانے سے چچازاد وغیرہ شامل نہ رہے۔ اسی طرح یہ بھی قید ہے کہ مہدی کا کوئی مقدمہ نہ ہو [2]

۳۔ ایسے شخص سے ہدیہ قبول کرے گا جس کی ہدیہ دینے کی عادت ہو اس بنا پر کہ معلوم ہو گیا کہ یہ ہدیہ عہدہ قضاء کی بناء پر نہیں ہے۔ اس کی بھی دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ مہدی کا کوئی مقدمہ نہ ہو دوسرے عادت سے زائد نہ ہو وگرنہ پہلی صورت میں تمام مال واپس کرنا پڑے گا اور دوسری صورت میں زائد از عادت مال لوٹانا پڑے گا۔ فخر الاسلام نے یہ قید لگائی

---

[1] شامی ج ۴ ص ۳۴۶ [2] بحر ج ۶ ص ۲۸۰

ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ مہدی کا مال بڑھا نہ ہو۔ اگر اس میں زیادتی ہو گئی ہو تو زیادتی کے بقدر ہدیہ میں زیادتی قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے

اشباہ میں (علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ نے) فرمایا کہ میں نے نہیں پایا کہ عادت کتنی مرتبہ سے ثابت ہوتی ہے جب کہ حموی نے بعض فقہاء کا قول نقل کیا ہے کہ عادت ایک مرتبہ ہدیہ کرنے سے ثابت ہو جاتی ہے۔

پھر (درمختار کی عبارت میں) عطف کا ظاہر یہی ہے کہ قریبی سے ہدیہ قبول کرنے میں عادت کے جاری ہونے کی قید نہیں ہے۔ یہی قدوری اور ہدایہ کی مطلق عبارتوں سے ظاہر ہے لیکن نہایہ میں شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ یہ قید قریبی میں بھی ہے [۱]

حاصل کلام یہ ہے کہ قاضی کو ہدیہ دینے والا یا تو مقدمہ والا ہو گا یا نہیں۔ پہلی صورت میں اس کا ہدیہ قبول کرنا مطلقاً جائز نہیں خواہ وہ قریبی ہو یا پہلے سے اس کی عادت ہدیہ کرنے کی ہو یا نہ ہو۔ دوسری صورت میں یا تو وہ قریبی ہو گا یا ہدیہ دینے کی اس کی عادت ہو گی یا نہیں دوسری شق میں بھی ویسے ہی ناجائز ہو گا کیونکہ یہ عہدہ قضاء کی بنا پر لینا ہو گا لہٰذا اس سے بچے۔ پہلی شق میں قبول کرنا جائز ہے بشرطیکہ عادت والا اپنی عادت سے زائد نہ دے۔

امام فخر الاسلام نے فرمایا کہ اگر مہدی کا مال بڑھ جائے تو اس زیادتی کے بقدر ہدیے میں زیادتی قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۔ اگر دعوت عام ہو اور دعوت کرنے والے کا کوئی مقدمہ نہ ہو تو اس دعوت میں حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دعوت خاص اور دعوت عام کس کو کہتے ہیں اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

۱۔ دس آدمیوں سے کم کی دعوت دعوت خاص ہے اور اس سے زائد کی دعوت دعوت عام ہے

۲۔ دعوت خاص وہ دعوت ہے کہ جس کے کرنے والے کو اگر علم ہو کہ قاضی اس میں حاضر نہیں ہو گا تو وہ دعوت نہ کرے۔ اور دعوت عام وہ دعوت ہے کہ قاضی کی عدم حاضری کے

---

[۱] شامی ج ۴ ص ۳۷۴

باوجود کرنے والا اس کو کرے ۔ ہدایہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔

۳۔ ابوعلی نسفی سے منقول ہے کہ شادی اور ختنہ کی دعوت دعوت عام ہے اور باقی دعوت خاص ہے۔

فتح القدیر میں ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو تفصیل ابوعلی نسفی سے منقول ہے وہ حسن (اچھی) ہے کیونکہ دعوت عام میں غالب یہی دو دعوتیں ہیں۔ اور بسا اوقات عمر گزر جاتی ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسی نے ابتداء عوام الناس کے لیے دعوت عام کی ہو مگر صرف ان دو وجوہات کی بنا پر یا پھر مخصوص لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔ نیز اس وجہ سے کہ اس میں ضبط زیادہ ہے کیونکہ اس بات کو جاننا کہ اگر قاضی حاضر نہ ہوگا تو وہ شخص دعوت کریگا یا نہیں کرے گا بوجہ اس کے امر باطن ہونے کے ثابت نہیں ہو سکتا۔

اور اس میں لوگوں کا رواج و عادت کافی ہے۔ اور لوگوں کی عادت وہی ہے جو نسفی نے ذکر کی ہے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک قاضی مطلقاً دعوتوں میں شریک ہو سکتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ آپ فیصلے بھی فرماتے تھے دعوتوں میں شریک ہوتے تھے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک کے نزدیک عصمت حاصل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شریک ہونا یا ہدیہ قبول کرنا مضر نہیں۔

بحر میں ابن نجیم رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حسن نہیں ہے کیونکہ عرف میں دعوت عام صرف ان دو میں منحصر نہیں ہے کیونکہ عقیقہ اور سفر حج سے واپسی کی دعوت بھی عام ہوتی ہے۔ اور ہمارے زمانے میں عیدین میں دعوت عام کی جاتی ہے لہٰذا قابل اعتماد قول وہی ہے جو ہدایہ میں ہے۔ سراج وہاج میں ہے کہ دعوت عام کی تفسیر میں یہ صحیح ترین قول ہے الخ اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے جیسا کہ معراج میں ہے۔

خلاصہ میں ہے کہ یہی صحیح قول ہے اور اسی پر قاضیخان نے اپنے فتاویٰ میں یوں جزم کیا ہے کہ خاص عام سے محض اس طرح پہچانی جاتی ہے ...... اور اس قول کے علاوہ کوئی دوسرا قول نقل نہیں لہٰذا النسفی کا قول ضبط کرنے والا بھی نہیں ہے کجا یہ کہ وہ بہت ضبط کرنے والا ہو۔ اور

دعوت کا معنی قاضی کے لیے کیا جاتا یہ کوئی خفیہ چیز نہیں ہے بعض کا تصریح سے علم ہو سکتا ہے اور بعض کا ایسے قرائن سے جو مثل صریح کے ہوں۔

لیکن نہر الفائق کے مصنف نے بحر کے اس اعتراض کو بلاوجہ قرار دیا اور فرمایا کہ جب ابن ہمام رحمہ اللہ نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ غالب یہی دو دعوتیں ہیں تو یہ اعتراض ان پر پڑتا ہی نہیں (کیونکہ ان دو کے غالب واکثر ہونے سے دیگر عام دعوتوں کی نفی نہیں ہوتی) لہ

بحر میں ہے کہ احسن یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ قاضی ہدیہ اور دعوت خاص قبول نہ کرے مگر محرم سے یا جس کی پہلے سے عادت ہو کیونکہ قاضی کے لیے ایسے اجنبی کی دعوت خاص قبول کرنا جائز ہے جس کی پہلے سے عادت ہو مثل ہدیے کی۔ لہٰذا اگر اس کی عادت مہینے میں ایک مرتبہ دعوت کرنے کی ہو اور عہدہ قضاء حاصل ہونے کے بعد قاضی کو ہر ہفتے دعوت پر بلانے لگے تو یہ قبول نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اگر پہلے کے مقابلے زیادہ مقدار میں کھانا تیار کرانے لگے تو یہ بھی قبول نہیں کرسکتا مگر یہ کہ دعوت کرنے والے کے مال میں ہی زیادتی ہوگئی ہو۔ تاتارخانیہ میں ایسے ہی ہے۔

اس ساری بحث سے کہیں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ رشوت اور ہدیے کے یہ تمام احکام صرف قاضی سے متعلق ہیں بلکہ فتح القدیر میں ہے کہ ہر وہ شخص جو مسلمانوں کے لیے کسی عمل کا عامل ہو ہدیہ میں اس کا حکم مثل قاضی کے ہے۔

نہر میں فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ عمل سے مراد وہ ولایت ومنصب ہے جو امام یا اس کے نائب کی جانب سے حاصل ہو مثل ساعی اور عاشر کے (صدقات وزکوٰۃ اور محصول اصول کرنے والے) الخ میں کہتا ہوں کہ ان ہی کی مثل دیہاتوں کے نمبردار اور پیشوں کے اساتذہ ہیں جن کو اپنے سے کمتر پر تسلط وغلبہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان کو ہدیہ ان کے شر کے خوف سے دیا جاتا ہے یا اس لیے دیا جاتا ہے کہ ان کا سامان چل جائے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اور علامہ محمد داؤدی شافعی رحمہ اللہ کی شرح منہج کے حاشیہ میں ہے کہ پاش کا قول ہے کہ عمال میں سے بازاروں اور شہروں کے منتظمین ونگمراں اور

لہ حاشیہ منحۃ الخالق علی بحر الرائق ج ۶ ص ۲۸۱

اوقاف کے نگران اور ہر وہ شخص ہے جو مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے کسی امر میں مشغول ہو۔ انتہی م رنے اپنی شرح میں تحریر کیا کہ مذکورہ احکام میں قاضی کے ساتھ مفتی واعظ اور قرآن وعلم کا سکھانے والے لاحق نہیں ہیں کیونکہ ان کو الزام (کسی حکم کو لازم کرنے کی اہلیت حاصل نہیں ہے لیکن ان کے حق میں بھی یہی زیادہ بہتر ہے کہ اگر ہدیہ اس بنا پر ہو کہ فتوٰی دیا ہے یا وعظ کہا ہے یا علم سکھاتا ہے کہ قبول نہ کریں تاکہ ان کا علم خالص اللہ تعالٰے کے لیے رہے۔ اور اگر ہدیہ ان کے علم اور نیکی سے محبت کی بناء پر ہو تو پھر زیادہ مناسب قبول کرنا ہے۔ اور اگر مفتی اس لیے ہدیہ لیتا ہے کہ فتوی میں رخصت نکالے تو اگر یہ باطل طریقے پر ہو تو یہ شخص فاجر ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدلتا ہے اور ان کے عوض تھوڑی قیمت لیتا ہے اور اگر یہ رخصت نکالنا صحیح طریقے پر ہو تو سخت کراہت ہے انتہی یہ علامہ محمد داؤدی شافعی رحمہ اللہ کا کلام ہے اور ہماری فقہ (حنفی) کے قواعد اس کے خلاف نہیں ہیں۔ اور اگر مفتی رخصت نکالنے کے لیے نہیں بلکہ حکم شرعی بیان کرنے کے لیے ہدیہ لیتا ہے تو اس کا حکم وہ ہے جو پہلے ذکر کیا ہے (یعنی زیادہ مناسب عدم قبول ہے) لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ یہ لینا اجرت کے طور پر نہ ہو بلکہ محض ہدیہ کے طور پر ہو کیونکہ حکم شرعی کے بیان کرنے پر اجرت لینا ہمارے نزدیک جائز نہیں البتہ حکم شرعی لکھنے پر اجرت لے سکتا ہے کیونکہ مفتی پر لکھنا واجب نہیں ہے[1] واللہ سبحانہ اعلم۔

---

[1] شامی ج ۴ ص ۳۰۴